یوسف قرضاوی کی جماعت وسطانیہ مصر: سود حلال ہوگیا

مصر میں جدیدیت پسند اسلام کے اجتہادات

وسطانیہ مکتب فکر قومی، سلامتی اور قومی استحکام کے لیے متشدد سیکولرسٹ لوگوں کو برداشت کرنے کا قائل ہے۔ ان کے خیال میں اس طرح کے لوگوں کی ایک اسلامی معاشرے میں مکمل گنجائش ہے۔ انھیں معاشرے کا حصہ سمجھا جائے گا۔ انھیں الگ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ شریعت پر اپنے اعتراضات اٹھا سکتے ہیں لیکن انھیں قبولیت عامہ حاصل نہیں ہوگی۔ اس نقطہ نظر سے اس بات کی تردید ہوتی ہے کہ اسلامی معاشرے میں لادین عناصر کے لیے کوئی گنجائش نہیں اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے وسطانیہ کے مفکرین کہتے ہیں اسلام واضح ترین الفاظ میں مذہبی ریاست کے نظریے کو مسترد کرتا ہے اس کے برعکس وہ مکمل جمہوری ریاست کا نظریہ پیش کرتا ہے۔ جمہوری ریاست کا نظریہ اسلامی نظام سے متصادم نہیں ہے۔

اس نقطہ نظر کی مزید تشریح کرتے ہوئے کمال عبدالمغد اپنی کتاب Dialogue not confrontation [cairo Dar al Shurq 1988] میں لکھتے ہیں:

Out of my analysis of political power in an Islamic state, I have no reservation about this element of a "secular" state and I do not believe it clashes with the call for Islam or for establishing an Islamic political system.

وہ سیکولرسٹ اور اسلام پسندوں کے ادغام کے بارے میں لکھتے ہیں:

Islam exhausts human beings to use fully the gift of the mind in all scientific pursuits. There are no barriers to the full inclusion of moderate secularists who embrace reason and science in the Islamic community. The Islamic character of a state does not violate the equality [given in the secularism / secular society means equal civil legal and political rights of all citizens without any discrimination.

Although particular Islamic regimes like non democratic regimes of all stripes may infact violate such human and civic rights in practice, these negative practices can not be ascribed to Islam.

وسطانیہ کی فکر کا خلاصہ اگر چند جملوں میں کیا جائے تو پروفیسر بیکر کے یہ الفاظ کفایت کریں گے کہ:

They insisted on the need for a continuous ijtihad to translate the sprit of the Quran into more tolerant social realities. All of human kind - not just Muslim, Christians or Egyptians - has the shared responsibility to build the world and work together to accomplish God's purposes on Earth.

تہذیبی مذہب وسطانیہ کی نئی اصطلاح:

تہذیبی مذہب Civilizational Religion کی اصطلاح وسطانیہ مکتب فکر کا مرکزی نکتہ تھا جس کے ذریعے وہ تمام ادیان اور لادینی نظریات کے حاملین کو مساوات، عدل، آزادی اظہار وغیرہ کے ذریعے ایک نقطے پر جمع کرنا چاہتے ہیں۔اس معاملے کو وہ تمام چیزوں پر فوقیت دیتے ہیں۔ہویدی کے الفاظ میں:

Challenge of restoring, civilizational religion should be at the top of the agenda of all patriotic intellectuals. I may take the risk and say that this task in in the foreseeable future the mother of all questions and issues.

[الاہرام،۱۹/جنوری ۱۹۹۹ء]

عمرہ کرنے سے بہتر ہے کہ اسکول کھولا جائے:

وسطانیہ عصر حاضر کے ان تمام درویشوں کے سخت خلاف ہے جو رمضان میں عمرے کرتے ہیں، اپنا وقت بیت اللہ اور روضہ رسولؐ میں گزارتے ہیں۔ان کے خیال میں یہ عبادت بے کار ہے، معاشرے کی اصلاح کے لیے اس روپے کو خرچ کرنا چاہیے نہ کہ زیارات جیسے کام کے لیے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔وہ طنزاً لکھتے ہیں کہ راسخ العقیدہ درویش ایک مسجد کی تعمیر کے لیے لاکھوں روپے خرچ کردیں گے لیکن کسی اسکول، مطب اور فیکٹری کے قیام کے لیے ایک دھیلا نہیں دیں گے۔[وہ یہ نہیں بتاتے کہ سرمایہ دار دنیا کمانے کے لیے فیکٹری لگانے کے لیے سوئٹنگ کلب جانے کے لیے لاکھوں روپے خرچ کردیں گے لیکن کبھی اللہ کی راہ میں ایک دھیلا خرچ نہیں کریں گے تو یہ اس پر وسطانیہ کو اعتراض کیوں نہیں ہے؟ سارے اعتراضات مذہبی روایات پر ہیں] یہ درویش ”مقبول عام دین“ populer religion پر عمل کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں جو محفوظ آسان اور مفت میں میسر آتا ہے۔یہ دین ذمہ داریوں سے بری کر کے انسان کو ہلکا کر دیتا ہے۔ایسا دین نہ صرف معاشرے کے لیے تباہ کن ہے بلکہ اس دین کے پیروکاروں کی قوت اور صلاحیتوں کا ضیاع ہے۔

وسطانیہ پر عصر حاضر کا جادو:

وسطانیہ کے مفکرین کے خیال میں قرآنی آیات کا آغاز وہ تم سے پوچھتے ہیں، یوم آخرت کے بارے میں، جوئے اور سٹے کے بارے میں، شراب اور خمر کے بارے میں، روح کے بارے میں، راسخ العقیدہ مفکرین ان بنیادی سوالات سے آگے نہیں جا سکے۔وہ عصری مسائل کو خطاب کرنے سے معذور ہیں، تمام راسخ العقیدہ لوگ جوئے، سٹے، شراب، زنا، روح، فرشتے جیسے معاملات میں الجھے ہوئے ہیں مگر عصری مسائل، عصری تقاضوں، عصری سوالات اور حالات سے لاتعلق ہیں۔ہویدی واشگاف الفاظ میں کہتے ہیں:

If I were to adopt the Quranic style I'd say they ask you about democracy accountability, human rights and economic development.

[وسطانیہ بھی عصری مسائل، عصری تقاضے سے لاتعلق ہیں۔انھیں مغربی فکر، مغربی فلسفے، مغربی تہذیب، سائنس و ٹیکنالوجی کے مباحث سے قطعاً لاعلم ہیں۔حتی کہ مغرب میں مغربی تہذیب کی تنقیدوں سے بھی وہ لاعلم اور ناواقف ہیں۔اپنی جہالت کا اعتراف نہیں کرتے، علماء

کو جاہل کہتے ہیں۔اگر علماء جاہل ہیں تو یہ اجہل ہیں]

[الاہرام،۲رفروری۱۹۹۹ء]

استخلاف فی الارض کے حقدار تمام انسان ہیں صرف مسلمان نہیں:

وسطانیہ کے خیال میں استخلاف فی الارض کے مخاطب صرف مسلمان نہیں ہیں بلکہ تمام انسانوں سے قرآن کا خطاب ہے۔خلافت ارضی صرف مسلمانوں سے مخصوص نہیں ہے تمام مذاہب،تہذیبیں،ادیان،افکار والے مشترکہ طور پر خلافت کے حق دار ہیں۔

وسطانیہ مکتب فکر اسلامی بینکنگ کا حامی ہے اس کے خیال میں اس طریقے سے ربوٰ کو ختم کر کے نفع ونقصان کی بنیاد پر بینکوں کو چلایا جاسکتا ہے۔۱۹۹۰ء تک اسلامی بینکاری کے شعبے میں ۱۲۰ بلین ڈالر کی سرمایہ کاری ہوئی جو عالم اسلام کے تمام بینکوں میں کی گئی سرمایہ کاری کا صرف پندرہ فی صد ہے اور امید ہے کہ اکیسویں صدی کی نصف دہائی میں سرمایہ کاری کی یہ شرح پچاس فی صد تک پہنچ جائے گی۔اس کے ذریعے جدید مالیاتی اور اقتصادی نظام میں بھونچال آ گیا ہے اور اسلامی بینک کاری دنیا بھر میں اپنا لوہا منوا رہی ہے۔ استخلاف فی الارض کا مطلب صرف مسلمان یا عربوں کا استخلاف نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کا اقتدار کہ تمام لوگ مذہب نسل کے امتیاز کے بغیر یکساں طور پر Dignity اور عدل کے مستحق ہیں،شریعت روحانیت سے مادیت تک کا احاطہ کرتی ہے۔شریعت،روح،ذہن،مذہب، احترام اور مال کی حفاظت کا نام ہے،ان میں سے کسی ایک انسانی حق کا اتلاف حقوق اللہ سے انحراف اور شریعت سے بغاوت ہے۔اسلام میں انسانی حقوق کا احترام مذہبی فریضہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو بغیر کسی وجہ کے انسان کے زیر نگین نہیں کیا۔وہ مقصد،وجہ سبب کیا ہے؟

Is to empower man to build and grow.

شریعت کا مقصود صرف ترقی ہے:

ترقی سے گریز خدا سے بغاوت ہے:

قرآن میں تخلیق اور تعمیر ارض کے درمیان تعلق نہایت واضح ہے جو اس تصور ترقی اور مقصود ترقی سے گریز کرے وہ دراصل خدا کا باغی ہے۔

Building the Earth is thus one of the purposes of Sharia since progress is important for construction. The neglect of progress is an aggression against God's right and constituts a failure to fullfill one of the purposes of Sharia. [131]

گٹر بنانا عبادت رب کا بہترین طریقہ ہے:

اردگرد محتاجوں کی موجودگی میں حج فرض نہیں ہے:

انسانی معاشرے میں عبادت اور معیشت اور سماجی ذمہ داریوں کے تعامل کے حوالے سے وسطانیہ گروپ ایک گاؤں کی مثال پیش کرتا ہے۔جہاں نکاسی آب وغلاظت کا نظام موجود نہ تھا لیکن اس گاؤں کے متمول دین دار لوگ ہر سال عمرے پر جاتے تھے۔ وسطانیہ گروپ اس رویے کو مذہبی عیاشی سے تعبیر کرتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ ان درویشوں کی دینداری نے انھیں اس فہم سے محروم رکھا کہ ان کا گاؤں بنیادی سہولیات سے محروم ہے اور عمرے کی رقم ان سہولتوں کے حصول پر خرچ کرنا فریضہ اولین ہے۔اگر یہ دیہاتی عمرے کے بجائے نظام آب رسانی وغلاظت کی تعمیر پر توجہ دیتے تو یہ عمرے سے بہتر خدا کی عبادت کر سکتے تھے۔عمرے کے بجائے گٹر تیار کرنا،نالیوں

پر پیسے خرچ کرنا، ضروری سہولیات مہیا کرنا مذہبی فریضہ ہے اور خدا کی عبادت کا بہترین طریقہ ہے۔ عمرہ فرض نہیں ہے حتیٰ کہ حج بھی فرض نہیں ہے اگر ارد گرد کے لوگ ہماری دولت کے محتاج ہوں ان کی ضروریات پوری کرنا فرض ہے:

The urgent duty of ameliorating the mud and dirt of the village should take prefrence over even the Hajj which after all obligatory if financial and other conditions allowed.

سرمایہ کار کمپنیوں کا سیلاب: وسطانیہ کی خاموشی:

۱۹۸۰ء میں مصر میں سرمایہ کار کمپنیوں کا سیلاب آیا جس میں بھاری منافع کی پیش کش کی گئی۔ ۸ بلین مصری پونڈ کی سرمایہ کاری ہوئی، ۵ لاکھ لوگوں نے اس کاروبار میں سرمایہ لگایا اور تمام سرمایہ ڈوب گیا۔ وسطانیہ کے مفکرین اور دوسرے اسلامی مفکرین خاموش رہے، کسی نے رہنمائی نہیں کی، یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہی حال پاکستان میں ہوا۔ مصر میں بھی سرمایہ کاری کے لیے اسلام کا نام استعمال کیا گیا اور اسلام کے مفکرین اس دھوکے پر خاموش رہے یا وہ اس دھوکے کی حقیقت کا ادراک نہ کر سکے، جس سے معلوم ہوتا کہ وہ معیشت کے اسرار سے ناواقف ہیں۔ یہی حال پاکستان کے اسلامی ماہرین معیشت جسٹس تقی عثمانی اور پروفیسر خورشید کا تھا جو الائنس موٹر کی جعلی معیشت سے عوام کو آگاہ نہ کر سکے اور راسخ العقیدہ لوگوں کے کھربوں روپے ڈوب گئے۔

وسطانیہ مکتب فکر میں ربوٰ پر اختلافات:

وسطانیہ مکتب فکر ربوٰ کے مسئلے پر منقسم ہے۔ قرضاوی کا خیال ہے کہ سود [Interest] ربا کہلاتا ہے جسے قرآن نے ممنوع قرار دیا ہے۔ الغزالی کا خیال ہے کہ عصر حاضر کے بینک جو منافع دیتے ہیں وہ اس ربوٰ کے زمرے میں نہیں آتا جسے اسلام نے استحصال قرار دے کر حرام کر دیا ہے۔ یہ عادلانہ منافع ہے اور جائز ہے اسے سود نہیں کہا جا سکتا۔ عملاً قرضاوی اور الغزالی سود کو جائز سمجھتے ہیں اور مغرب کی سودی معیشت کو بھی عین اسلام سمجھتے ہیں۔ صرف دونوں فقہاء کی علمی تعبیریں الگ الگ ہیں۔

قرآن وحدیث ربوٰ کے معاملے میں معذور ہیں:

عبدالمعد کے خیال میں سود سے متعلق آیات آخر میں نازل ہوئیں جس کے نتیجے میں سود کی تشریح سے متعلق احادیث کی تعداد بہت کم ہے اور یہ احادیث Inconclusive ہیں لہٰذا قرآن اور احادیث کا متن اس بارے میں رہنمائی کرنے اور روشنی دینے سے معذور ہے کہ عہد حاضر کے بینکوں کا منافع ربوٰ ہے یا نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ اسلامی بینکوں کے بجائے اپنی بچت قومی مصری بینک میں رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں غیر سودی یعنی اسلامی بینکوں کے کاروبار اور سودی بینکوں کے کاروبار میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اسلامی بینکوں کا کوئی جواز نہیں سود حلال بھی ہے حرام بھی:

سود کی حرمت کو ایک اختلافی مسئلہ سمجھا جائے:

مصر کے سودی و غیر سودی تمام بینک حکومت کی زیر نگرانی کام کرتے ہیں اور مضبوط اقتصادی منطق کے مطابق اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ شیخ ازہر محمد سعید طنطاوی نے فتویٰ دیا کہ بینک جو سود لیتے ہیں وہ ربوٰ نہیں ہے۔ عبدالمجد کا موقف ہے کہ اگر سرکاری مصری بینکوں میں دیا جانے والا منافع ربوٰ نہیں ہے اور اسلامی ہے تو اسلامی بینکوں کے وجود کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ۱۹۹۰ء میں جب محمد سعید طنطاوی نے بینکوں کے سود کو حلال قرار دیا تو یوسف قرضاوی نے اس موقف کو زوردار طریقے سے مسترد کیا۔ دونوں کے مابین مباحثے میں یہ بات سامنے آئی کہ ربوٰ کے معنی پر دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے لہٰذا اتفاق رائے سے طے پایا کہ بینکوں کے سود کا معاملہ متنازعہ ہے لہٰذا اس پر ایک سے زیادہ موقف ہو سکتے ہیں۔ اس مسئلے کو ماضی کے فتاویٰ کی روشنی میں حل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ایک فریق اسے حلال قرار دیتا ہے تو دوسرا اسے حرام کہہ سکتا ہے۔ یہ اختلاف رحمت ہے کیونکہ یہ اسی قسم کا اختلاف ہے جس کے نتیجے میں چار مسلمہ

مکاتب فکر پیدا ہوئے۔معیشت سے متعلق تمام امور میں شریعت نے کوئی حتمی قاعدہ متعین نہیں کیا، لہٰذا اس میں مختلف مؤقف اختیار کیے جاسکتے ہیں لہٰذا ربوٰ جیسے اختلافی مسائل میں وسعت کا مظاہرہ کیا جائے۔اس سلسلے میں ماہرین کی رائے سے استفادہ کیا جائے۔عام بحث کی جائے یا جمہوری طریقے سے اس مسئلے کا حل اکثریت کی رائے سے نکالا جائے۔وسطانیہ کے مفکرین کا خیال ہے کہ اس مسئلے پر عوام کے سامنے بحث نہ کی جائے بلکہ بہت سنجیدہ سائنسی تحقیق کے ساتھ سائنسی طور پر اس اختلاف کا حل ڈھونڈا جائے نہ کہ اسے سیاسی مسئلے کے طور پر اچھالا جائے۔اگر سائنسی طریقوں کے باوجود جدید اقتصادی علوم کے ماہرین سود کی حقیقت تک پہنچنے میں ناکام رہیں تو پھر اس مسئلے کا حل قرار داد جمہور Democratic Resolution ہے۔اس کی تشریح کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ پارلیمنٹ کے سامنے سود سے متعلق تمام موقف پیش کر دیے جائیں اراکین کی اکثریت جس رائے کو قبول کرے وہی رائے رائج کر دی جائے۔وسطانیہ کو پارلیمنٹ اور شوریٰ کا فرق بھی معلوم نہیں۔

سودی اور غیر سودی بینکوں میں حلال وحرام کاروبار کے معاملات کا آخری حل وسطانیہ نے یہ دریافت کیا کہ:

There is absolutely nothing wrong with having both kinds of banks at the same time. [عبدالمجید Acontemporary Islamic Vision, p.33]

مفاد عامہ پر مبنی اصول ہی شریعت ہے:

مفادات کے تحفظ کا نام شریعت ہے:

وسطانیہ کی معاشی حکمت عملی میں مشترکہ مفاد Common good کو مرکزی حیثیت حاصل ہے وہ چیز جو لوگوں کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو وہی صحیح ہے، وہی شریعت ہے، وہی دین ہے، وہی خیر خواہی ہے۔

معیشت اور بینکنگ کے معاملات میں وسطانیہ مکتب فکر مضبوط اسلامی مؤقف بیان نہیں کر سکا، لہٰذا اس خامی کا ازالہ اس حکمت عملی سے کیا گیا کہ وسطانیہ سے متعلق مفکرین کسی بھی معاشی مسئلے پر واضح موقف Distinctive position اختیار نہیں کریں گے۔

Arent required to prove there uniqueness and particularity by distinctive methods of Islamic reform.

اسلامی اصول اخلاق کی حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے باہر سے آنے والے نت نئے معاشی اقتصادی نظریاتی سانچوں اور ڈھانچوں کو عدل کی میزان پر پرکھ کر ان کے بارے میں وقتاً فوقتاً فیصلے کیے جاسکتے ہیں لیکن معاشیات اور اقتصادیات کے میدان میں پہلے سے امور شریعت کی روشنی میں طے نہیں کیے جاسکتے۔وسطانیہ کا عقیدہ ہے کہ:

Human Communities have been charged by God to achieve progress"

زندگی کا مقصد صرف ترقی فلاح ہے ورنہ زندگی گناہ ہے:

اس سلسلے میں وہ قرآن وسنت اور تاریخ سے پروگریس کے تصور کے سلسلے میں کوئی دلیل نہیں دیتے بلکہ اسے ایک سائنسی مفروضے کے طور پر پیش کرتے ہیں جو اس وقت تک واجب العمل ہے جب تک کہ اس کی تردید نہ ہو جائے۔پروگریس کے شرعی وجوب کے سلسلے میں وسطانیہ الزامی جواب پر اکتفا کرتے ہیں۔

Backwardness is a sin because it means a neglect of the duty of Istikhlaf.

ان کے خیال میں اسلام کے صحیح شعور کے حامل فرد کا مقصد زندگی دنیا تعمیر کرو، Build the World ہونا چاہیے:

You should read first in order to know and then progress. This is why the world read was the first word God sent to the prophet Muhammad.

یوسف قرضاوی کے خیال میں پیداواری عمل عبادت کی ایک شکل ہے (Productivity is a form of worship)

وسطانیہ کے مفکرین مغربی فکر و فلسفے سے قطعاً ناواقف ہیں ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ تحریک تنویر سے پہلے دنیا کی تاریخ، پروگریس اور ڈیولپمنٹ کی اصطلاح اور تصور سے قطعاً ناواقف تھی اور یہ ذلیل مادی رویے سترہویں صدی سے پہلے کے کسی معاشرے میں موجود نہیں تھے۔ پوری دنیا مادہ پرستی کے خدا سے بے خبر تھی جس کی دو دیویاں progress اور development ہیں اور سرمایہ داری اور آزادی جس کے دو فرشتے ہیں۔

معیشت کے سلسلے میں سیاحت کی مغربی صنعت کو بھی وسطانیہ عین اسلامی قرار دیتے ہیں اور قرآن سے اس کا جواز تلاش کرتے ہیں:

The Humankind should travel the world and learn.

وہ صنعت سیاحت کے فروغ کو ضروری سمجھتے ہیں اور اس کے فروغ کے لیے نئی فقہ معیشت کے قائل ہیں۔ انھیں معلوم ہی نہیں کہ صنعت، سیاحت اور زنا کاری، عیاشی اور حرام کاموں میں براہ راست نسبت ہے۔ جہاں بھی سیاحت عام ہوتی ہے وہاں شر و فساد کی صنعت پروان چڑھتی ہے۔ تھائی لینڈ، بمبئی، بالی، فلپائن، خلیج، اس کی روشن مثالیں ہیں لیکن مغرب کی پیروی میں انھیں کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ مغرب کے تصور مادیت، تصور دنیا، تصور ترقی و فلاح کو عین عبادت حق، سچ اور اسلام سمجھتے ہیں۔ وسطانیہ کے مفکرین مادیت اور سرمایہ کے رب کی عبادت کے قائل ہیں۔

جمہوریت عین اسلام ہے:

ان کے خیال میں جمہوریت حصول عدل کا بہترین ذریعہ ہے جو اسلامی اقدار میں اولین اہمیت کی حامل قدر ہے جب کہ اسلام میں شروع سے آمریت رہی جس نے ملت کو شدید نقصان پہنچایا۔ رومی اور ایرانی بادشاہوں سے آمریت کا مرض اسلامی خلافت میں در آیا، وہ مغربی طرز سیاست، مغربی آئینی تاریخ، مغرب میں سیاسی اداروں کی تنظیم و تشکیل اور طریقہ کار سے بے حد متاثر ہیں اور اس باب میں فقہ اسلامی کے ذخیرے کو دیکھ کر بہت شرمندہ ہیں۔ ان کے خیال میں اسلام اور مسلمہ مکاتیب فکر سیاسی امور کے سلسلے میں موثر رہنمائی کرنے سے قاصر ہے۔ غزالی کے الفاظ میں:

Islamic constitutional fiqah to be severely under developed.

پارلیمینٹ کا قیام فرض ہے:

وہ اسلامی مفکرین کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ مغربی جمہوری نظام اور نظریے سے آزادانہ طور پر استفادہ کریں کیونکہ ہمارا فقہی ذخیرہ اس معاملے میں فائدہ مند نہیں ہے۔

۱۹۹۳ء میں یوسف القرضاوی نے pluralism اور جمہوریت کے حق میں فتاویٰ دیا وہ اسلامی ریاست میں سیاسی جماعتوں کے آزادانہ مقابلے کو درست سمجھتے ہیں، ان کے خیال میں پارلیمینٹ کا قیام فرض ہے، یہ محض فرض کفایہ یا رضا کارانہ عمل نہیں ہے۔ وہ مغربی جمہوریت کو عالم انسانیت کا مشترکہ ورثہ قرار دیتے ہیں اور اس کی حفاظت، اس کی توسیع تسلسل کو اسلامی شریعت کا لازمی جزو سمجھتے ہیں۔

Yousuf Qazarvi

علماء اور عوام میں کوئی فرق نہیں:

وسطانیہ علماء کی حیثیت کے بارے میں کسی خاص اکرام کے قائل نہیں، وہ عوام اور علماء کو برابر سمجھتے ہیں۔ علماء سے ہزار اختلاف کے باوجود وہ لوگ ادارے، تحریکیں اور تنظیمیں جو علماء کی تحقیر کریں وہ خدا دشمن اور جدیدیت پسند ہیں جو طبقہ مغرب سے جتنا قریب ہوگا وہ علماء کی توہین وتحقیر میں اسی قدر بے باک اور آزاد ہوگا۔ تنقید اور تحقیر میں بہت فرق ہے۔ غزالی کے الفاظ میں:

Ulema are just a group of Muslim neither above nor below any other group.

غزالی کے خیال میں وحی الٰہی کے متن کا سب سے زیادہ درست ادراک رکھنے والے علماء فقہا کبھی صاحب اقتدار نہیں ہوتے۔ قرآن وسطی میں جب فقہا کو اسلامی خلافت میں عزت وتکریم کا بلند مقام حاصل تھا تب بھی ان میں سے کوئی فقیہہ اقتدار کا امیدوار نہیں تھا۔ وہ اس تصور کی پرزور تردید کرتے ہیں کہ ''اسلامی ریاست میں اقتدار اللہ کا ہوتا ہے انسان کا نہیں'' اسلامی حکومت سول حکومت ہوتی ہے وہ مذہبی حکومت نہیں ہوتی۔ وسطانیہ اس ضمن میں مولانا مودودیؒ کے سیاسی تصور اسلام کے تمام افکار شدت سے رد کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ''حکومت صرف اللہ کے لیے'' اور ''اللہ خالق ہے اور حاکم ہے'' جیسے کلمات سیاسی اسلام کا ہتھیار ہیں جن کا مقصد اسلام کے نام پر مذہبی آمریت قائم کرنا ہے اور اس کا جواز قرآن وسنت سے بیان کرنا ہے۔

خلافت اور جمہوریت بنیادی اختلافات:

وسطانیہ اسلامی سیاسی نظام میں مسلسل اجتہاد کا قائل ہے لیکن وہ اس سوال کا جواب نہیں دیتے کہ حضرت ابوبکرؓ کی تقرری، حضرت عمرؓ کا تقرر، حضرت عثمانؓ کا انتخاب اور حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی خلافت تک جو طریقہ کار رہا اس کا جمہوریت سے کیا تعلق ہے۔ شوریٰ نے ابوبکرؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا بعد میں بیعت ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو نامزد فرما دیا، حضرت عمرؓ نے خلافت کے لیے مجلس مقرر کی جس نے حضرت عثمانؓ کا انتخاب کرلیا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت آئی اور تحکیم کے ذریعے اختلاف کا حل تلاش کرلیا گیا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ، حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہوئے اور تاریخی جملہ ارشاد کیا کہ اگر خلافت میرا حق تھا تو میں دستبردار ہوگیا اگر معاویہ کا حق تھا تو یہ حق انھیں مل گیا''۔ اسلامی تاریخ میں اسے عام الجمع کا سال کہتے ہیں جب پوری امت ایک مرتبہ پھر ایک خلیفہ پر مجتمع ہوگئی۔ حضرت حسنؓ کا کردار ایک تاریخ ساز کردار ہے جسے عموماً پس منظر میں رکھا جاتا ہے۔ کیوں کہ قربانی ایثار اور بے لوثی سے عبارت اس کردار سے امت کے اتحاد کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے۔

یہ تمام طریقے شوریٰ، نامزدگی، چند خاص لوگوں کی رائے، تحکیم دستبرداری پر مشتمل ہیں۔ اس میں جمہوریت کا دور دور تک گزر نہیں اور امت کے افضل ترین لوگ سابقوں الالون صحابہ کبار اور بدری صحابہ کا ان تمام طرائق پر اجماع تھا۔ کوئی اختلاف نہیں تھا۔ خلیفہ اول کی بیعت کے وقت حضرت سعد بن عبادہؓ نے بیعت سے انکار فرمایا اور گوشہ نشین ہوگئے۔ ان طریقوں کی موجودگی جمہوریت کی تردید کرتی ہے۔ شورائیت کی تائید کرتی ہے اور مغرب کے موجودہ کافرانہ جمہوری نظام کو مکمل مسترد کرتی ہے اس کے باوجود یہ کہنا کہ جمہوریت اسلام ہے اور اسلام جمہوریت ہے، مغرب اور اسلام کی تاریخ سے دانستہ سہو نظر ہے۔

عورتوں اور غیر مسلموں کے حقوق سے متعلق تمام حدیثوں کی تشریح غلط ہے:

عورت اور غیر مسلموں کی سیاسی عمل سے علیحدگی کے سلسلے میں وارد تمام احادیث کے سلسلے میں وسطانیہ کا مؤقف یہ ہے کہ ان حدیثوں کی غلط تشریح کی گئی ہے۔ تمام فقہاء ان حدیثوں کا اصل مفہوم سمجھ نہ سکے لہٰذا بہک گئے، ان احادیث سے غیر مسلموں اور

عورتوں کو سیاسی عمل سے الگ رکھنے کا جو نظریہ گھڑا گیا ہے وہ خود ساختہ ہے۔ خلافت سب کا حق ہے، خلافت میں شرکت سب کی ذمہ داری ہے، غیر مسلم عورت سب برابر ہیں اور کسی کو اسلامی سیاست میں حصہ لینے، ووٹ ڈالنے، حکمراں بننے سے نہیں روکا جاسکتا۔ فقہائے اسلام احادیث کا صحیح مطلب سمجھنے سے قاصر رہے اور اس کی روح تک نہیں پہنچ سکے۔ حکومت ریاست کی تنظیم بدل گئی ہے۔ وہ بیعت کو رائے عامہ کی حمایت حاصل کرنے کا متبادل جمہوری طریقہ قرار دیتے ہیں۔ اس کے بغیر خلافت یا امارت قائم ہی نہیں ہوسکتی اور عہد رسالت و خلافت راشدہ کی شوریٰ کو عہد حاضر کی مغربی پارلیمینٹ کے مساوی سمجھتے ہیں۔ لہٰذا حکمراں کے براہ راست انتخاب کا جمہوری طریقہ عین اسلامی طریقہ ہے۔ جس میں تمام مرد و عورت بلا تفریق نسل مذہب رنگ حق رائے دہی استعمال کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

وسطانیہ حد قذف کے مجرم کو بھی ووٹ کا حق دیتے ہیں:

شریعت اور قرآن کی نصوص کے تحت جو افراد شہادت کے اہل نہیں ہیں وہ جن کی گواہی عدالتوں میں قبول نہیں کی جاتی اور جو کوڑوں کی سزا کے بھی حق دار ہیں۔ وہ کس طرح ان رائے دہندگان کے برابر ہیں جنھوں نے ان جرائم کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ ہی کسی سزا کے مستحق ٹھہرے۔ لیکن وسطانیہ کے نقطہ نظر کے مطابق فکر و نظر سے محروم اور فکر و نظر والا یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں زانی شرابی بھی خلافت اسلامیہ کا اہل ہے، کیونکہ ووٹ دینے کا ہر اہل فرد حکمران بننے کا بھی اہل ہے۔ وسطانیہ والے حکمراں کے اقتدار کی تحدید کے قائل ہیں۔ اس سلسلے میں وہ امریکی صدر کی معیاد کو زریں مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں بتاتے کہ طاقت کا اصل سرچشمہ صدر ہے یا امریکی عوام ہے یا کوئی مخفی طاقت۔ وہ ظاہر سے متاثر ہیں لیکن باطن سے یا تو ناواقف ہیں یا اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔

عالم اسلام کے مسلمہ مکاتب کی آراء کو وہ متنی فقہ Fiqha of text کہتے ہیں اور اسے عصر حاضر کے لیے بے کار سمجھ کر مسترد کرتے ہیں اور نئی فقہی اصطلاح فقہ حقیقت Fiqh of reality استعمال کرتے ہیں جو عصری تقاضوں کے مطابق تاریخی صورت حال کا مقابلہ کرتی ہے۔

وسطانیہ مکتب فکر مصری قوم پرستی کا قائل ہے:

وسطانیہ مکتب فکر مصری تہذیبی تشخص [civilizational identity] یعنی قوم پرستی کے نام کو بدل کر اسے تہذیبی اور ثقافتی تشخص کا نام دیتا ہے کیونکہ مفتی عبدہ، جمال الدین افغانی سے لے کر ناصر تک قوم پرستی کے تصورات نے مصر کو شدید نقصان پہنچایا لہٰذا وسطانیہ نے قوم پرستی کا ایسا متبادل پیش کیا جو بہ ظاہر اسلامی تعلیمات کو بھی انگیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عملاً وسطانیہ والے عبدہٗ، افغانی اور ناصر سے بھی زیادہ قوم پرست ہیں۔ مصری قوم پرستی اور عرب قوم پرستی ان کے رگ و ریشے میں دوڑ رہی ہے۔ اسلام اور قوم پرستی کبھی یک جا نہیں ہوسکتے اور اگر کبھی ایسا ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اصل اسلام نہیں ہے جو نسل پرستی اور قوم پرستی کا علمبردار ہے۔

حسین ہیکل عرب قومیت، نعمت فواد محض مصری تشخص کے ترجمان بن کر مختلف سیاسی مکاتب فکر کی قیادت کر رہے ہیں۔ ان کے مقابلے میں وسطانیہ جو اخوان المسلمین کے منحرف اراکین اور قرضاوی کی قیادت میں مسلم فکر کے وارث بعض علماء پر مشتمل ہے۔ مصری سیاست میں نو وارد کے طور پر ابھر گئے ہیں۔ وسطانیہ کے نظریات کے باعث سیکولر، قوم پرست اور راسخ العقیدہ قوتوں کو بہ ظاہر ایک قالب میسر آگیا ہے، جہاں بعد المشرقین کے باوجود جدیدیت کے ذریعے نیا ملاپ ظہور پذیر ہو رہا ہے۔

ساحل جنوری ۲۰۰۷ء

تہذیبی پروجیکٹ ماضی سے لاتعلق کردے گا:

وسطانیہ کو اس بات پر فخر ہے کہ تہذیبی پروجیکٹ کا ایجاد کردہ تصور ایک نئی فکری وحدت کے غلبے کی راہ ہموار کرے گا۔ یہ پروجیکٹ Goes beyond religion and all artificial divisions۔تمام مذاہب سے ماورا اور تمام مصنوعی فصیلوں سے بالکل الگ ہے۔

وسطانیہ مصر کی عظمت کے سفر کے علمبردار:

وسطانیہ کے خیال میں ہر شخص خواہ کسی قومیت، رنگ، نسل، مذہب، فکر اقدار کا حامل ہو وسطانیہ کے Civilizational project میں اپنے تمام تر تفردات، آزادی فکر کے ساتھ شامل ہوسکتا ہے اور اسے وسطانیہ کی فکر سے اپنے اختلافات کو ختم کرنے کی ضرورت نہیں وہ اپنی فکری وحدت و سلیت کے ساتھ وسطانیہ کے ہم رکاب سفر کر سکتے ہیں جو مصر کی عظمت کا سفر ہوگا۔ اسلام مذہب سے بڑھ کر ایک تہذیب ہے یہ مذہب اس کا ایک حصہ ہے۔ تہذیبی اسلام تکثیری معاشرے [Plurastics] کی بنیادیں قومی سطح پر قائم کرنے میں کلیدی کردار ادا کرسکتا ہے۔ لہٰذا وسطانیہ جماعت کی رکنیت کے دروازے عیسائی، سیکولر، بے دین، قوم پرست لبرل تمام لوگوں کے لیے کھلے ہوئے ہیں کیونکہ ان سب کے مابین مشترکہ ورثہ انسانیت ہے اور تمام انسان برابر ہیں۔ محض دین مذہب اور الکتاب کے نام پر ایک انسان کو دوسرے انسان پر برتری نہیں دی جاسکتی لہٰذا ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ تہذیبی اسلام کے اس پروجیکٹ میں شریک ہو کر عالم انسانیت کے فروغ کے لیے کام کرے جو جمہوریت، عدل، سماجی انصاف [سوشل جسٹس] کے ذریعے انجام پذیر ہوگا۔ وسطانیہ کے خیال میں تہذیبی اسلام کے پروجیکٹ کے ذریعے مصری اپنے ماضی سے چھٹکارا پاسکیں گے۔ ماضی کی یاد انھیں تنگ نظر اور تنگ خیال بتاتی ہے۔ لہٰذا تہذیبی اسلام پر پوری مصری قوم کے مستقبل کا انحصار ہے۔ اسلام ایک ایسی تہذیب ہے جو دفاعی ردعمل اور خوف کی سطح سے بلند کر کے پوری قوم کے لیے فلاح [پروگریس] اور ترقی [ڈیولپمنٹ] کو ممکن بناتی ہے۔ تہذیبی اسلام ترقی اور فلاح کے دو نظریات کے گرد گھومتا ہے۔ اس میں اسلام کی روح پنہاں ہے۔ یہ دو اصطلاحیں دین اور تہذیب اسلام کو محیط ہیں۔ وسطانیہ کے یہاں نشاۃ ثانیہ کا مطلب تجدید، اجتہاد اور سیاسی عمل ہے۔

وسطانیہ کی اصطلاح قرآن کی اصطلاح ''امت وسط'' سے اخذ کی گئی ہے۔ اس امت میں بلاتفریق رنگ، مذہب، نسل مصر کے تمام لوگ شامل ہیں۔ ان کے خیال میں جدیدیت کا یہ عمل A direct expression of the nature of this nation ہے۔ ان کے یہاں جدیدیت Moderation تشدد پسندی Extremsim کی ضد ہے۔ جدیدیت کی تشریح اس طرح کی جاتی ہے:

Moderation is a commitment to legitimate means and a real desire to achieve progress through peaceful methods? That respect the integrity and Universality of the country.

اس جدوجہد کا طریقہ کار مختصراً ان کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

Struggling for a better future but without dismantling society or doing harm to the nations soul.

وسطانیہ کے خیالات مغرب کی مادہ پرستانہ تہذیب سے مختلف نہیں ہیں، زندگی، مقصد زندگی، مقصد کائنات مادی ترقی

ارتقاء فلاح کے سوا کچھ نہیں ہے۔

وسطانیہ: تجدید احیاءِ دین ممکن نہیں:

ماضی کی اقدار نہ آفاقی نہ عالمی:

وسطانیہ تجدید احیائے دین کے قائل نہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ جو زمانہ گزر گیا اسے لوٹایا نہیں جا سکتا۔ ماضی سے ہم روشنی لے کر مستقبل کو شاندار بنا سکتے ہیں لیکن عہد ماضی کا لوٹنا محال ہے۔ ماضی کی اقدار آفاقی اور عالمی نہیں وہ ایک خاص عہد کے ساتھ ختم ہو گئیں، اس عہد کی اقدار مختلف ہیں جو بنیادی حقوق کے نئے مسلمہ تصور سے ابھری ہیں اور مغرب نے اس سلسلے میں ہماری زبردست رہنمائی کی ہے۔

وسطانیہ نے اپریل ۲۰۰۰ء میں ''ایسوسی ایشن آف ڈائیلاگ اینڈ کلچر'' کے نام سے ایک غیر سرکاری تنظیم کی بنیاد رکھی اور وزارت سماجی بہبود سے اس تنظیم کے قیام کا اجازت نامہ حاصل کیا۔ عبدالعلیٰ معدی کو اس تنظیم کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ تنظیم کا مقصد ایک ایسی جگہ کی نمود تھا۔ جہاں مختلف النوع طبقات نعرہ بازی پر مبنی مقبول عام مفروضات سے ہٹ کر تبادلہ خیالات کریں اور قومی مسائل کے حل، افہام و تفہیم سے تلاش کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ تنظیم کا مقصد ماضی سے قوم کی ثقافتی بنیادوں کو لے کر مستقبل کے لیے ثقافت کی تیاری و تشکیل تھا۔ اس قومی تہذیبی ورثے کے لیے قومی تہذیب کے تمام عناصر، مذہب، تاریخ، زبان، لوگوں کے زرخیز ثقافتی ورثہ سے استفادے کی کوشش کی گئی۔ اس سلسلے میں تمام مکاتب مذہب اور مختلف النوع مقاصد رکھنے والے رائے عامہ کے رہنماؤں کو شریک کیا گیا تاکہ وہ اپنے اختلافات کے باوجود مکالمے کے اس عمل میں شریک ہوں۔ ایک دوسرے کے نقطۂ ہائے نظر کو سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ قومی سطح پر تمام گروہ ایک دوسرے کے قریب آ سکیں اور ثقافتی ورثے کی تجدید نو کر کے ماضی اور مستقبل کے درمیان ایک پل تعمیر کر سکیں۔

راسخ العقیدہ اور جدیدیت پسندوں کا اشتراک عمل ممکن ہے:

وسطانیہ نے سول سوسائٹی کی اصطلاح کا متبادل کمیونل سوسائٹی تخلیق کیا ہے تاکہ مذہبی حلقوں کو ان کی جدیدیت پریشان نہ کرے۔ وسطانیہ کا دعویٰ ہے کہ اس نے تہذیبی پروجیکٹ کے ذریعے ایک ایسا راستہ تلاش کر لیا ہے جس پر راسخ العقیدہ اور جدیدیت پسندوں کے دھاروں کو مجتمع کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا تجربہ ہے جس میں آگ اور پانی ایک ساتھ جمع کیے گئے ہیں لیکن نہ آگ اپنی تپش سے محروم ہو گی نہ پانی اپنے خواص کھو دے گا۔ دونوں دھارے تمام خصائص کے ساتھ وسطانیہ کے مرکزی دھارے کا حصہ بن کر ایسے سماج کی تشکیل کریں گے جس کے آدرش میں ترقی اور فلاح کو مرکزی مقام حاصل ہوگا۔ وسطانیہ جمال الدین افغانی اور عبدہ کو اپنی اجتہادی کاوشوں میں مرکزی مقام دیتے ہیں جنھوں نے حکومت کے مذہبی ہونے کے بجائے اس کے سول کردار کو اہمیت دی، وہ عبدہٗ کو حرف آخر نہیں سمجھتے۔ وہ حسن النباء کے سیاسی فلسفے سے بھی ایک خاص حد تک متاثر ہیں۔ وہ حسن النباء کی جانب سے اقتدار حکومت سیاست کو مذہبی فکر میں مرکزی مقام دینے کے مفروضات کو درست نہیں سمجھتے۔ وہ سید قطب کی حکمت عملی سے بھی متفق نہیں جو ضرورت کے وقت ارباب حکومت کا تختہ الٹنے کو جائز طریقہ قرار دیتی ہے۔ اخوان کے مفکرین حسن الشمعی اور توفیق السہوی وسطانیہ کے ترقی اور فلاح پر مبنی جدید فکر کے خلاف ہیں لہٰذا وسطانیہ ان کی فکر کو مسترد کرتے ہیں۔

ساحل جنوری ۲۰۰۷ء